مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوت

کراچی

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ

جلد ۲

۲۷ شعبان تا ۴ رمضان ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۱ جون تا ۱۷ جون ۱۹۸۲ء

شمارہ ۳

خصائل نبوی برشمائل ترمذی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی مبارک کا ذکر

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رح

باب ۔ ما جاء فی صفة ازار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

فائدہ :۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ لنگی باندھنے کی تھی ۔ پاجامہ پہننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف فیہ ہے ۔ علامہ بیجوری کی تحقیق کے موافق راجح قول پہننے کا عدم ثبوت ہے البتہ یہ محقق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا ۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ وصال کے بعد ترکہ میں بھی تھا ابن قیم کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا تو ہے ہی اور ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لیے خریدا ہے اس کے علاوہ متعدد احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہننا بھی وارد ہے اور صحابہ کرام تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پہنتے ہی تھے ۔(زاد المعاد) ابو امامہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اہل کتاب لنگی نہیں باندھتے پاجامہ پہنتے ہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ان کا خلاف کرو پاجامہ بھی پہنو لنگی بھی باندھو ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طویل حدیث کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کبھی پاجامہ بھی پہنتے ہیں ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہنتا ہوں ، مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے اس سے زیادہ پردہ اور چیزوں میں نہیں ہے ۔ لیکن محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے ۔ (نیل الاوطار) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول لنگی باندھنے کا اور چادر اوڑھنے کا اکثر تھا ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر چار ہاتھ لانبی اور اڑھائی ہاتھ چوڑی اور ایک قول کے موافق چھ ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی بتائی جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ چوڑی لکھتے ہیں اس باب میں مصنف نے چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں ۔

۱۔ حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسمٰعیل بن ابراہیم حدثنا ایوب عن حمید ابن ھلال عن ابی بردة قال اخرجت الینا عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کساءً ملبدًا و ازارًا غلیظًا فقالت قبض روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذین ۔

۱۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر ایک موٹی لنگی دکھلائی اور یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا ۔

فائدہ ۔ یعنی وصال کے وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ایسے ہی کپڑوں کے استعمال کا تھا حالانکہ اس وقت فتوحات بھی شروع ہو چکی تھیں فی الجملہ وسعت بھی ہو گئی تھی ۔ خیبر کی فتح کے بعد سے مسلمانوں کی مالی حالت بھی بہتر ہونا شروع ہو گئی تھی اور فتح مکہ کے بعد سے تو دوسرے سلاطین اور دوسرے ملکوں سے ہدایا اور نذرانوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا ۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اپنی معیشت کے لیے وہی قدیم طرز رہا اور جو کچھ آتا اس کو

باقی صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

مدیر مسئول

عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت

مفتی احمد الرحمان

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر

مولانا بدیع الزمان

مولانا منظور احمد الحسینی

مینیجر

علی اصغر چشتی صابری ، ایم ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی

فی پرچہ ۱ ۔ ڈیڑھ روپیہ

بدل اشتراک

سالانہ	۶۰ روپیہ
ششماہی	۳۵ روپیہ
سہ ماہی	۲۰ روپیہ

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۱۰ روپیہ

کویت ، اومان ، شارجہ ، دبئی ، ابوظہبی

شام	۲۲۵ روپیہ
یورپ	۲۹۵ روپیہ
آسٹریلیا ، امریکہ ، کینیڈا	۲۸۰ روپیہ
افریقہ	۲۱۰ روپیہ
افغانستان ، ہندوستان	۱۹۵ روپیہ

رابطہ دفتر

دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش کراچی ۳

ناشر ۔ عبدالرحمٰن یعقوب باوا

طابع ۔ کلیم الحسن نوری انجمن پریس ، کراچی

مقام اشاعت ۔ A/۲۰ سانو ویلیش ایم اے جناح روڈ ، کراچی

فہرست

۱ ۔ خصائل نبوی
حضرت شیخ الحدیث ۲

۲ ۔ افادات عارفی
ڈاکٹر عبدالحی صاحب ۴

۳ ۔ ابتدائیہ
سعید احمد جلالپوری ۵

۴ ۔ حضرت مریم صدیقہ
مولانا تاج محمد ۷

۵ ۔ رفع و نزول عیسیٰ
مولانا محمد یوسف ۹

۶ ۔ منتق کی حقیقت
مولانا محمد فاروقی ۱۱

۷ ۔ جواہر الحدیث
عطاء الرحمٰن رحمانی ۱۵

۸ ۔ مولانا محمد علی مونگیری
سید محمد الحسنی ۱۹

کتابت
محمد عبدالستار واحدی
غلام یٰسین تبسم

ملتا اسلامیہ کاپیاں ادا لوائی ہفت روزہ — ختم نبوت

افادات عارفی

ضبط و ترتیب محمد جمیل خان

اخلاقیات پر بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے

ملفوظات حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی مدظلہ العالی۔

ایک آدمی میرے پاس آئے کہ چند باتیں کرنی ہیں آپ سے، لیکن صحت کے متعلق نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا؟ تو کہنے لگے کہ مجھے اللہ کے وجود میں شبہ ہے اور اس کے وجود سے انکار ہے۔ میں نے کہا کہ بھائی میں عالم تو نہیں ہوں کہ دلائل دوں آپ مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کے پاس جائیں اور پھر یہ مطلب ہے آپ گھر پر کبھی تشریف لائیں وہ جانے لگے تو میں نے کہا بھائی تمہارا اعتراض کیا ہے؟ تو کہنے لگے کہ میں اللہ کے وجود سے منکر ہوں۔ میں نے کہا کہ بھائی کیسے منکر ہو؟ خود ہی اثبات کر رہے ہو پھر انکار کب کیا اللہ کے وجود سے۔ جب وجود کہہ دیا تو خود ہی ثابت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس بلا سے محفوظ رکھے دوسرے شعبہ کا جائزہ لیں تو عبادات وہ بھی الحمد للہ کسی حد تک محفوظ ہیں۔ الحمد للہ نماز بھی پڑھتے ہیں روزہ بھی رکھتے ہیں اور حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی بھی کرتے ہیں اور علام اللہ کی تعلیم بھی کرتے ہیں اور یہ تمام چیزیں صحیح بھی ہیں۔ کیونکہ بزرگوں سے سیکھیں ہیں، ہاں اس بات کا اعتراف ہے کہ اس میں کمی اور نقص ہے اپنی کمزوری کی بنا پر لیکن اس پر نادم ہیں اور توبہ گار ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اب تو اس میں بھی بدعات اور رسومات اور ریاکاری پیدا ہو گئی اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ مگر کسی حد تک یہ شعبہ بھی محفوظ نکلا۔ اب اگلے شعبوں کا جائزہ لیجئے تو معاشرہ اور معاملات کو دیکھتے ہیں تو یہ دین کے بڑے اہم شعبہ ہیں اور اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اوامر ہیں فرائض ہیں اور واجبات اور نواہی کروہات اور محرمات ہیں ان پر عمل کرنے والا جنتی اور عمل نہ کرنے والے جہنمی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ورزی کی بنا پر مجرم ہو گئے تو ان کے اندر بھی اللہ کے احکام موجود ہیں۔

فرمایا۔ پانچواں شعبہ اخلاقیات۔ حسن اخلاق۔ نرم مزاجی۔ سچائی ہمدردی، ایثار، محبت، امانت یہ اعمال حسنہ ہیں، اور غصہ، بدخلقی۔ تکبر۔ حسد۔ کینہ اور شہوانی خواہشات یہ اخلاق کے رذائل میں سے ہیں تو ان دونوں شعبوں کا نام اخلاق ہے تو اعمال حسنہ کو اپنانا اور رذائل سے بچنے کا نام حسن اخلاق ہے۔ غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ تمام شعبوں پر موثر اور اس کی بنیاد یہ اخلاقیات کا شعبہ ہے اس لیے سب سے زیادہ توجہ کی اس پر ضرورت ہے۔ اب آپ کی شکایت ہے کہ آجکل معاشرہ ایسا ہے اور معاملات ایسے ہیں، معاملات میں کھلی ہوئی اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے، علی الاعلان خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ کیونکہ معاملات عالمگیر ہو گئے ہیں مشرکین اور اسلام دشمن سے معاملات کرنے پڑتے ہیں، ہمارے حاکم سیاست دان معاملات میں کھلی ہوئی بغاوت کرتے ہیں تو ہمارے معاملات کیسے ہوں ہم مجبور ہیں ہمارے بس کی بات نہیں ہے کہ ہم سود اور رشوت نہ لیں اور نامحرم کے اختلاط سے بچیں۔ تمام تجارت بنک کے ذریعے ہوتی ہے۔ تہذیب حاضرہ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ والدین اور رشتہ داروں کے صحیح حقوق ادا نہ کریں۔ کیونکہ ہماری تعلیم گاہوں میں

باقی ص ۲۳ پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ۔

احمدی مسلم ــــ قادیانی مسلم
ایک انوکھی ترکیب

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور ہر ایک مسلمان نے اسی اُمید پر قربانی دی کہ کم ازکم مذہبی آزادی کے ساتھ اسلامی تشخص تو اجاگر ہو جائے گا۔ جب کہ اس پر مستزاد نفاذ اسلام کے بلند و بالا نعروں نے مسلمانوں کے جذبہ حریت کو دو بالا کردیا۔ لیکن پاکستان کی چھتیس سالہ تاریخ میں پاکستان کے ناخداؤں سے اسلامی اقدار کو کس قدر فروغ حاصل ہوا! یہ تو ظاہر ہے۔ البتہ موجودہ مارشل لائی دور میں اس سلسلہ کی جو پیش قدمی ہوئی ہے گذشتہ صحبت میں آپ قارئین کرام کی نظر کیا جا چکا ہے۔

آج کی صحبت میں بھی اسی نوع کی ایک خبر ہے جس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حکومت پاکستان قادیانیوں (جو ۱۹۷۴ء میں آئین کی رو سے غیر مسلم قرار پا چکے ہیں) کو دوبارہ مسلمان منوانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے جس کے لیے ہر ممکنہ کوشش کو بروئے کار لا رہی ہے۔

وہ خبر یہ ہے۔

"ایک گشتی مراسلہ وزارت خزانہ کی ہدایات کی روشنی میں ملک بھر میں بنکوں کو ارسال کیا گیا ہے جس میں زکوٰۃ و عشر آرڈی ننس ۱۹۸۰ء کی وضاحت کرتے ہوئے زکوٰۃ و عشر سے مستثنیٰ افراد کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس مراسلے کے پیرا ۲ میں غیر مسلموں اور قادیانیوں کا ذکر کیا گیا ہے جس کے مطابق اگر کوئی غیر مسلم سادے کاغذ پر بھی یہ حلفیہ بیان دے کہ وہ غیر مسلم احمدی / قادیانی، احمدی مسلم / قادیانی مسلم ہے تو اس کی یہ درخواست قبول کر لی جائے۔"

("روزنامہ جسارت ۵ شعبان ۱۹ مئی ۱۹۸۳ء)

ہمارے خیال میں حکومت پاکستان کو اسلام اور آئین پاکستان کی پاسداری اور تقدس کے پیش نظر ہر اس شخص کو جو قادیانیوں سے متعلق آئینی ترمیم (جس میں انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا تھا) کے خلاف لب کشائی کرتا کڑی سزا دینی چاہیئے تھی تاکہ آئندہ کوئی بھی اس قسم کی حرکت (قانون کی بغاوت) کرنے کی جرأت نہ کرسکے۔ لیکن اس کے برعکس حکومت نہ صرف ایسے افراد کی پشت پناہ بنی ہوئی ہے بلکہ منتظمہ اور وزارت خزانہ کی زبان و قلم سے ایسے احکام جاری کرا کر گویا یہ تاثر دے رہی ہے کہ قادیانیوں سے متعلق ۷۴ء کا فیصلہ ہمیں منظور نہیں۔ ورنہ اس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ ایک غیر مسلم (اسلام اور آئین پاکستان کے خلاف) اپنے آپ کو قادیانی مسلم / احمدی مسلم" لکھے اور حکومت کی ارفعت

یہ حکم جاری ہو کر اس کے اس دعوی کو تسلیم کر لیا جائے ۔ ؟

اس ترکیب (قادیانی مسلم / احمدی مسلم) کی تسلیم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک یہودی اپنے آپ کو یہودی مسلم لکھے تو حکومت اس کا دعویٰ بھی تسلیم کرلے گی ۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حکومت کے نزدیک یہودی، نصرانی، عیسائی، چوڑھے، چمار اور قادیانی کوئی بھی غیر مسلم نہیں ہے ۔ اور ان کے ہاں اسلام کا تصور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ جو شخص اپنے مذہب کے ہمراہ لفظ مسلم لکھنا پسند کرے، چاہے وہ خدا کے انکار اور کفریہ عقائد کا حامل ہی کیوں نہ ہو مسلمان ہی کہلائے گا ۔

جب کہ اس سے دوسرا مگر انتہائی خطرناک نقصان یہ ہوگا کہ عام لوگ لفظ مسلم دیکھ کر یہی سمجھیں گے کہ قادیانی بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے اور جیسے حنفی، مالکی اور شافعی مسلک کا آدمی اپنے آپ کو حنفی مسلم یا شافعی مسلم لکھ سکتا ہے ایسے ہی قادیانی بھی مسلمان ہونے کے بعد اپنے آپ کو "احمدی مسلم" لکھتا ہے تو کیا قباحت ہے ؟ ۔ دیکھنے کو تو یہ شے کتنا ہی خفیف ہو مگر مآل کار یہ ایک ایسی مہلک چیز ہے کہ مسلمانوں کے قلوب سے قادیانی غیر مسلموں کی نفرت کو نہ صرف نکالنے میں مدد دے گا بلکہ رفتہ رفتہ اس کو قبول کرنے پر منتج ہوگی جو کہ قادیانیت اور شاید مارشل لاء حکومت کا بھی آخری ہدف ہے ۔

ہم حکومت پاکستان سے اس پر پُرزور احتجاج کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ جن سرکاری بزرجمہروں نے قادیانی امت کو "احمدی مسلم یا قادیانی مسلم" لکھنے کی جسارت کی ہے انہیں فوراً برطرف کیا جائے اور آئین سے غداری کے الزام میں ان پر مقدمہ چلایا جائے ۔

سعید احمد جلالپوری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ

اُمَّةً وَّاحِدَةً

ملت اسلامیہ کا بین الاقوامی ہفت روزہ — ختم نبوت

حضرت مریم صدیقہ

مرزا غلام احمد کی نظر میں

حضرت مولانا تاج محمد صاحب مدرس قاسم العلوم فقیروالی

مرزا غلام احمد قادیانی کے فرزند مرزا بشیر احمد ایم اے "سیرت المہدی" حصہ سوم صفحہ ۲۳۰ پر لکھتے ہیں۔

"مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی اللہ تعالیٰ نے صدیقہ کے لفظ سے تعریف فرمائی ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام (مرزا غلام احمد) نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت توڑنے کے لئے ماں کا ذکر کیا ہے اور "صدیقہ" کا لفظ اس جگہ اس طرح آیا ہے۔ جس طرح ہماری زبان میں کہتے ہیں"۔ بھرجائی کانے سلام آکھناں واں" جس سے مقصود کانا ثابت کرنا ہوتا ہے۔ ذکر سلام کہنا۔ اسی طرح اس آیت میں اصل مقصود مسیح کی والدہ ثابت کرنا ہے۔ جو منافی الوہیت ہے۔ ذکر مریم کی صدیقیت کا اظہار۔

مرزا غلام احمد کے فرزند بشیر احمد ایم اے مؤلف "سیرۃ المہدی" نے اس روایت کی تاویل اس طرح کی ہے کہ حضرت صاحب (مرزا غلام احمد) کا منشاء یہ نہیں تھا کہ نعوذ باللہ حضرت مریم "صدیقہ" نہیں تھیں۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو انسان ثابت کرے۔ مگر یہ تاویل سراسر باطل ہے کیونکہ مرزا غلام احمد نے حضرت مریم کے بارے میں جو روّیہ اختیار کئے رکھا۔ اس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ انہوں نے سیدہ مریم کے بارے میں قرآن مجید کے موقف کے خلاف مسلسل گستاخی اور محاذ آرائی کی ہے اور یہودیانہ شیوہ اور خصلت کے انداز میں تمام تہمتیں لگا کر اللہ تعالےٰ کے غضب کو دعوت دی ہے۔ مرزا صاحب نے اس ناپاک روّیہ میں کئی کروٹیں بدلی ہیں۔

پہلی کروٹ

"ایام الصلح" اردو کے صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں۔

"افغانیوں کے وہ رسوم جو یہودیوں سے بہت ملتے ہیں مثلاً ان کے بعض قبائل ناطہ اور نکاح میں چنداں فرق نہیں سمجھتے۔ اور عورتیں اپنے منسوب سے بلاتکلف ملتی ہیں۔ اور باتیں کرتی ہیں۔ حضرت مریم کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے۔"

یہ تو تھی پہلی کروٹ کہ حضرت مریم صدیقہ اپنے منسوب سے بلاتکلف ملاقات کرتیں۔ بلاتکلف ان کے ساتھ پھرتیں۔ اور بلاتکلف باتیں کرتیں۔

دوسری کروٹ

مرزا صاحب کی دوسری کروٹ ان شرمناک الفاظ سے شروع ہوتی ہے کہ مرزا صاحب "کشتی نوح" کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

"بزرگوں نے حسب اصرار کرکے بسرعت تمام مریم کا اس یوسف نجار سے نکاح کرا دیا اور مریم کو ہیکل سے رخصت کرادیا تاکہ خدا کے مقدس گھر پر نکتہ چینیاں نہ ہوں کچھ تھوڑے دنوں کے بعد ہی وہ لڑکا پیدا ہوگیا جس کا نام یسوع رکھا گیا۔ مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح

کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ برخلاف تعلیم تورات میں کیونکر نکاح کیا گیا۔ اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا۔ اور تعداد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔"

تیسری کروٹ

"کشتی نوح" کے حاشیہ صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

" یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی۔"

مرزا صاحب کی ان تحریرات سے عیاں ہے۔ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول مسیح علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت مریم صدیقہ کی توہین و تذلیل کے لئے بہتان طرازی اور افتراء پردازی کا ایسا ریکارڈ قائم کیا کہ یہودیوں کے بہتان عظیم کو بھی مات کر دیا۔ ہم قادیانیوں سے پوچھتے ہیں۔

(۱) کیا یوسف نجار نامی شخص حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ تھا؟

(۲) کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے حقیقی بھائی اور بہنیں تھیں؟

(۳) کیا حضرت مریم کو حمل پہلے ہوا اور نکاح بعد میں؟

(۴) کیا حضرت مریم نے اللہ تعالیٰ سے بتول (کنواری) کا جو عہد کیا تھا۔ اس عہد کی خلاف ورزی کر کے حضرت مریم کامل مومنہ رہ جاتی ہیں؟

(۵) کیا ان تمام باتوں میں مرزا صاحب نے یہودیوں کی ہم نوائی کی ہے یا نہیں؟

جو لوگ مرزا غلام احمد کی ان تحریرات کو پڑھ کر ان کے "تقدس" کے قائل ہیں۔ تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ ان کے ہاں نبوت کا تصور بعینہٖ وہی رائج ہے جو یہود کے

مائل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے اسی کردار کی وجہ سے ہدایت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

قادیانی دوستو! مرزا غلام احمد کے متبع بن کر قصر اسلام سے کس قدر دور جا پڑے ہو۔ اس دن کی فکر کرو جس کے متعلق صاف الفاظ میں بتلا دیا گیا ہے۔

تلفح وجوههم النار وهم فيها كالحون۔ الم تكن آياتي تتلى عليكم فكنتم بها تكذبون۔

آگ ان کے چہروں کو جھلس رہی ہوگی اور اس میں پیچ و تاب کھائیں گے۔ اور (ان سے کہا جائے گا) کہ کیا تم پر میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی گئی تھیں۔ اور تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے۔

بقیہ: مشقت کی حقیقت

اضطراریہ وہ ہے کہ جیسے بیوی نافرمان، اولاد نافرمان یا بیمار ہو گئی یا کوئی حادثہ پیش آ گیا وغیرہ۔ تو اب داجر کا وعدہ تو اس پر بھی ہے لیکن یہ فعل نہیں۔ مجاہدہ فعلیہ میں انوار زیادہ ہوتے ہیں کیوں کہ انوار کا ترتب عمل پر ہوتا ہے اور مجاہدہ غیر فعلیہ میں انوار کم ہوتے ہیں۔ حضرت والا (حضرت مولانا محمد شریف صاحب مدظلہم) نے ارشاد فرمایا کہ "ہر غیر اختیاری پریشانی تعلق مع اللہ کا سبب ہوتی ہے۔" مجاہدۂ اختیاریہ اور مجاہدۂ اضطراریہ دونوں کا جمع ہونا شریعت میں محمود و مطلوب ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ مسافر و مریض کو ان سابقہ عبادات کا ثواب پورا ملتا ہے (لکھا جاتا ہے) جو وہ سفر و مرض سے پہلے کرتا تھا لیکن فرض اور واجب عبادت معاف نہیں ہوتی۔ حضرت والا (حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب) نے فرمایا جوانی کے عالم میں زیادہ سے زیادہ بقدر فرصت و صحت معمولات بڑھا لو کیوں کہ جب سفر اور مرض پیش آئے گا اور وہ معمولات تم سے چھوٹ جائیں گے۔ تو ثواب تو جاری رہے گا۔"

اللہ تعالیٰ مجاہدۂ اختیاریہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور مجاہدۂ اضطراریہ کو اپنے قرب اور فضل کا ذریعہ بنائیں۔

آمین یا رب العالمین

رفع و نزول عیسٰی علیہ السلام

کے بارے میں گیارہویں صدی کے اکابرین امت کا عقیدہ

تحریر: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

ملا علی قاریؒ کا عقیدہ

الشیخ العلامہ سلطان العلماء، نور الدین علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی المکی (۱۰۱۴ھ) نے اپنی کتابوں میں نزول عیسٰی علیہ السلام کے عقیدہ کی تصریح کثرت سے فرمائی ہے۔

شرح فقہ اکبر میں امام اعظم کے قول:-

ونزول عیسٰی بن مریم علیہ السلام من السماء۔

اور نازل ہونا عیسٰی بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے

کے تحت لکھتے ہیں:-

كما قال الله تعالى "وانه" اى عيسٰى "لعلم للساعة" اى علامة القيامة۔ وقال الله تعالى "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته" اى قبل موت عيسٰى بعد نزوله عند قيام الساعة، فيصير الملل واحدة" وهى ملة الاسلام الحنيفية .... ويقتدى به ليظهر متابعته لنبينا صلى الله تعالى عليه وسلم كما اشار الى هذا المعنى صلى الله تعالى عليه وسلم بقوله "لو كان موسٰى حيا لما وسعه الا اتباعى" وقد بينت وجه ذلك عند قوله تعالى "واذ اخذ الله ميثاق النبيّن لما آتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاءكم رسول۔ الآية۔ فى شرح الشفا وغيره۔ وقد ورد انه يبقى فى الارض اربعين سنة ثم يموت ويصلى عليه المسلمون ويدفنونه، على ما رواه الطيالسى فى مسنده۔ وروى وغيره انه يدفن بين النبى صلى الله عليه وسلم والصديق وذكر انه يدفن بعد الشيخين فهنيئا

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "بیشک وہ یعنی عیسٰی البتہ نشانی ہے قیامت کی، یعنی قیامت کی علامت ہے" "اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے "اور نہیں ہوگا کوئی شخص اہل کتاب میں سے مگر ضرور ایمان لائے گا اس پر اس کی موت سے پہلے" یعنی عیسٰی علیہ السلام کی موت سے پہلے قرب قیامت میں ان کے نازل ہونے کے بعد، اس وقت تمام ملتیں مٹ جائیں گی اور صرف دین اسلام باقی رہ جائے گا۔ ...... اور عیسٰی علیہ السلام حضرت مہدیؑ کی اقتدا کریں گے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو کر آئے ہیں جیسا کہ اس مضمون کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے کہ "اگر موسٰی علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا" اور میں نے اس کی وجہ حق تعالیٰ کے ارشاد "واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول" کے تحت شرح الشفا میں اور دوسری کتابوں میں ذکر کی ہے۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ زمین میں چالیس سال رہیں گے پھر ان کا انتقال ہوگا اور مسلمان ان کا نماز جنازہ پڑھیں گے اور ان کو دفن کریں گے جیسا کہ امام ابو داؤد طیالسی نے مسند میں روایت کیا ہے ان کے علاوہ اور دوسرے حضرات کی روایات میں ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق

للشیخین حیث اکتنفا بالنبیین ...... الخ۔ (ص۱۳۶)

رضی اللہ عنہ کے درمیان دفن ہوں گے اور ایک روایت یہ ہے کہ دو شیخین کے بعد دفن ہوں گے۔ پس شیخین کو مبارک کہ وہ دو نبیوں کے درمیان ہیں۔

اور شرح فقہ اکبر میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

واما عیسٰی فقد وجد قبلہ وان کان یقع نزولہ بعدہ۔ (ص۴۲)

لیکن عیسیٰ علیہ السلام؛ پس ان کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا ہے اگرچہ ان کا نزول آپ کے بعد ہوگا۔

اور قصیدہ بدء الامالی کی شرح "ضوء المعالی" میں مصنف کے قول:

وعیسٰی سوف یاتی ثم یتوی لدجال شقی ذی خبال

اور عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے پھر بدبخت دجال کو جو فساد برپا کرنے والا ہے ہلاک کریں گے۔" کے تحت لکھتے ہیں

وانما ینزل عیسٰی حین حاصر الدجال فی قلعة القدس المہدی واتباعہ فینزل عیسٰی علیہ السلام من السماء علی المنارة الشرقیة فی مسجد الشام ویاتی القدس فیقتلہ بحربة فی یدہ اوھو بمجرد رؤیة عیسٰی یذوب کما یذوب الملح فی الماء وقد ثبت ھذہ الاخبار والآثار عن سید الاخیار و فی فوائد الاخبار لابی بکر الاسکاف ومسندہ الی مالک بن انس عن محمد بن المنکدر عن جابر رضی

اور عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نازل ہوں گے جب کہ دجال نے حضرت مہدیؑ اور ان کے لشکر کا قلعہ قدس میں محاصرہ کیا ہوا ہوگا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام مسجد شام کے شرقی منارہ پر آسمان سے نازل ہو کر قدس جائیں گے ان کے ہاتھ میں جو نیزہ ہوگا اس سے دجال کو قتل کریں گے اور وہ آپ کو دیکھتے ہی ایسا پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ اور یہ احادیث سید الاخیار صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اور ابوبکر اسکاف کی کتاب فوائد الاخبار میں سند کے ساتھ امام مالک سے انہوں نے محمد بن منکدر سے انہوں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کذب بالدجال فقد کفر ومن کذب بالمہدی فقد کفر نقلہ الشارح القدسی (ص۲۳)

نے فرمایا جس نے دجال کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ اور جس نے مہدی کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ یہ حدیث شارح قدسی نے نقل کی ہے۔

نیز اسی رسالہ میں مصنف کے قول۔

وباق شرعہ فی کل وقت الی یوم القیامة وارتحال

(اور آپ کی شریعت باقی رہے گی ہر زمانے میں۔ قیامت تک کے) تحت لکھتے ہیں:

وقولہ فی کل وقت ساد لما ینسب الی الجھمیة من انتہاء شریعتہ صلی اللہ علیہ وسلم او شیء منہا بنزول عیسٰی علی نبینا وعلیہ السلام لما فی الصحیحین وغیرہما ان عیسٰی یضع الجزیة ومعناہ کما قال المحققون انہ یبطل تقریر الکفار بالجزیة فلا یقبل منہم لرفع السیف عنہم الا الاسلام لا غیر۔ والجواب ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم قد بین ان التقریر بالجزیة ینتہی وقت شریعتہ بنزول عیسٰی علیہ السلام وان الحکم فی شرعنا بعد نزولہ عدم التقریر بہا فعملہ

اور مصنف کے قول "فی کل وقت" میں اس نظریہ کا رد ہے جو جہمیہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت یا اس کا کچھ حصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے سے ختم ہوجائے گا کیونکہ صحیحین میں آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جزیہ موقوف کردیں گے اور اس کا حدیث کا مطلب جیسا کہ محققین نے فرمایا ہے یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کفار سے جزیہ قبول نہیں کریں گے پس اس سے "تلوار اٹھانے کے لیے اسلام کے سوا کچھ قبول نہیں کریں گے۔ جواب یہ ہے کہ یہ بات خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی ہے کہ کفار پر جزیہ لگانے کی مشروعیت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ختم ہوجائے گی اور یہ کہ ان کے نازل ہونے کے

مشقت کی حقیقت

حضرت مولانا محمد فاروق صاحب زید مجدہ سکھر

عن فضالۃ الکامل حضرت فضالہ کاملؓ سے
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ
وسلم اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فِی طَاعَةِ اللّٰهِ (رواہ البیہقی) فرمایا کہ مجاہد وہ ہے جو
اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے (روایت
کیا اس کو بیہقی نے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مجاہدۂ نفس کو بزرگوں کے ملفوظات میں "جہادِ اکبر" کہا گیا ہے۔ اس حدیث میں اس کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ اس قسم کی ترکیب "المجاہد" الخ جس سے ظاہراً حصر جنس مستفاد ہوتا ہے۔ جو حصر کمال کے لیے مستقل ہوتا ہے۔ کما لا یخفی علےٰ اھل العلم (ترجمہ: جیسا کہ اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں) پس معنی یہ ہوئے کہ "مجاہد کامل" مجاہد نفس ہے۔ تو ظاہر بات ہوئی کہ جہادِ کامل جہادِ نفس ہے۔ اور کامل اور اکبر کے ایک ہی معنی ہیں۔

مجاہدہ امور مقاصد (یعنی ضروری کاموں) میں سے ہے۔ کیونکہ مامور بہ فی الشرع ہے (یعنی شریعت میں اس کا حکم ہے) نصوص میں جابجا مجاہدہ کا ذکر ہے۔ پس اس کی تفسیر وہی ہونی چاہئیے جو شریعت نے بتلائی ہے (اس لئے کہ) مجاہدہ تمام عبادات بلکہ تمام شریعت کی روح ہے۔ کیونکہ سارے دین کا خلاصہ مجاہدہ ہی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مجاہدہ لغت میں مشقت کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں مخالفتِ نفس کو اور اس کا حاصل بھی مجاہدہ ہی ہے کیونکہ مخالفتِ نفس میں تعب ضرور ہوتا ہے اور دین کا خلاصہ بھی مشقت ہی ہے کیونکہ اس میں ایک گونہ نفس کے اوپر پابندی لازم ہوتی ہے، اور نفس پہ پابندی گراں ہے کیونکہ وہ تو طبعی طور پہ آزادی کا طالب ہے۔ اس لئے نفس پہ اعمالِ دینیہ شاق ہوتے ہیں اور اسی لئے دین کا نام تکلیف ہے اور احکامِ شرعیہ کو احکامِ تکلیفیہ کہا جاتا ہے اور عبد کو مکلف کہتے ہیں۔ تو مجاہدہ کی حقیقت نفس کی مخالفت کی مشق و عادت ہے کہ حق تعالیٰ کی رضا و طاعت کے مقابلے میں نفس کی جانی و مالی اور جاہی خواہشات و مرغوبات کو مغلوب رکھا جاسکے جس کی قرآن نے جامع تعبیر جہاد بالنفس والاموال سے فرمائی ہے اور اسی مجاہدہ پہ ہدایت کا قطعی وعدہ ہے۔

اَلَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورۂ عنکبوت) (جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو قرب و ثواب یعنی جنت کے راستے ضرور دکھا دیں گے)

نفس کے تقاضوں کی تین قسمیں ہیں:

ایک تقاضا خلافِ شرع ہے اس کی مخالفت تو فرض ہے۔ اور بعض وہ ہیں جو یقیناً محمود ہیں جیسے فرض نماز، روزہ اور بقدرِ ضرورت کھانا پینا، کپڑا پہننا۔ ان کی مخالفت ضروری کیا ہوتی۔ بلکہ موافقت ضروری ہے اور اس قسم کے تمام شرعی امور کا بجالانا ضروری ہے۔ اور بعض وہ ہیں جو نہ یقیناً مذموم ہیں اور نہ یقیناً محمود ہیں۔ بلکہ دونوں کو محتمل ہیں جیسے مباحات بلکہ بعض دفعہ مستحبات بھی۔ ان میں تقلیلاً مخالفت کرے یہ مخالفت مستحب ہے۔ مگر ایسا مستحب کہ مخالفتِ واجبہ کا حصول کامل اسی مخالفتِ مستحبہ پہ موقوف ہے۔ جیسے بہت سونا بہت کھانا، بہت عمدہ کپڑے پہننا یا لوگوں سے بہت ملنا جلنا۔ ان میں تقلیل کرے۔ اور اگر تقاضا زیادہ ہو تو شیخ سے رجوع کرے۔ اگر وہ کہہ دے کہ تقاضا محمود ہے تب تو مخالفت کی ضرورت نہیں اور اگر وہ کہے کہ یہ تقاضا مذموم ہے تو اس کی مخالفت کی جائے۔ اس لئے کہ قطعی مخالفت کا نام مجاہدہ نہیں بلکہ جہاں نفس کی رغبت ثابت نہ ہوتی

ہو ورنہ نفس مطمئنہ کو بعض اوقات ماموربہ کی رغبت ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کی مخالفت مجاہدہ نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ

(میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے)

یقیناً مرغوبیت صلوٰۃ پر دال ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کا ترک مطلوب نہیں۔ اور ماموربہ ہونا، یہ وحی سے معلوم ہوگا تو مجاہدے کا موقع بھی وحی سے متعین ہوگا نہ کہ عقل محض یا رغبت عدم رغبت سے۔

منافع نفس دو قسم کے ہیں۔

(۱) حقوق۔

(۲) حظوظ۔

حقوق وہ ہیں کہ جس سے قوام بدن اور بقائے حیات ہے اور حظوظ (یعنی لذات) میں کمی کرائی جاتی ہے۔ حقوق سے نہیں روکا جاتا۔ کہ یہ خلاف سنت ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے) اگر روکا جائے تو پھر ضروری حقوق سے بھی آدمی محروم ہوجاتا ہے مثلاً ضعف بڑھ جاتا ہے یا صحت بگڑ جاتی ہے اور پھر ضروری اشغال و عبادات سے بھی عاجز ہوجاتا ہے اس لئے ترقی باطن سے محروم رہتا ہے۔ دوسری ضروری بات یہ کہ بزرگوں نے جو مجاہدات میں ترک لذات کرایا ہے تو وہ بطور علاج کے ہے کہ جیسے مریض کوئی غذا چھوڑ دیتا ہے یا چھڑوائی جاتی ہے کہ مضر ہوگی اور اس کو عبادت یا موجب قرب الٰہی نہیں سمجھتا۔ اس تقلیل پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ یہ بدعت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا (الآیۃ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: جو پاک طیب چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو حرام مت کرو اور نہ حد سے بڑھو۔ کیونکہ بدعت اس وقت ہوتی ہے جبکہ بطور تقرب ہو ورنہ در حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔

مِنَ الْاِسْرَافِ اَنْ تَاْكُلَ مَا اشْتَهَيْتَ (یہ اسراف میں سے ہے کہ جس چیز کی نفس خواہش کرے اس کو کھالے۔)

زیادہ لذات میں پڑنے سے نفس کی قوت بہیمیہ بڑھ جاتی ہے۔ اور طاعات میں سستی ہوتی ہے اور کاہل ہوتی ہے معاصی کا تقاضا کرنے لگتا ہے۔ بعض اوقات اس وجہ سے لذات متروک ہوجاتی ہیں کہ غلبۂ محبت الٰہی میں لذات کی طرف التفات نہیں ہوتا سو یہ ترک غیر اختیاری ہے نہ سنت ہے نہ بدعت۔

صحابہ کرامؓ کو مجاہدات کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ کیوں کہ یہ قوت ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان صحبت سے حاصل تھی۔ یہ قوت تابعین میں بھی تھی مگر صحابہؓ سے کم اور تبع تابعین میں بھی تھی مگر تابعین سے کم۔ اور بعد میں پھر کم ہوتی گئی اور اس کمی کی تلافی کے لئے بزرگوں نے مجاہدات و ریاضات ایجاد کئے۔

اعمال صالحہ میں ہمیشہ مخالفت نفس اور مشقت ہوتی ہے کیونکہ نفس چاہتا ہی نہیں کہ نیک کام کرے۔ لہٰذا ساری عمر مشقت اور مخالفت نفس کی ضرورت ہے۔ مبتدی کو بھی اور منتہی کو بھی اور دونوں کو کبھی کبھی اعمال میں سستی بھی پیش آتی ہے۔ نئے کو زیادہ اور پرانے کو کم۔ اس سستی کو دور کرنے کے لئے دونوں کو ضرورت ہے مجاہدے کی نیز کبھی دونوں کا نفس معاصی کا تقاضا کرتا ہے۔ ایک غلطی تو مبتدی کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مشقت سے بچانا چاہتا ہے اور مجاہدہ نہیں کرتا بلکہ اسی انتظار میں ہے کہ سارا کام بدون مشقت کے بن جائے اور ایک غلطی منتہی کرتا ہے کہ وہ ابتدا میں مجاہدہ کرکے آئندہ کے لئے مجاہدے سے اپنے آپ کو مستغنی سمجھتا ہے اور یہ سخت غلطی ہے۔ کیوں کہ طبائع بشریہ پھر عود کرتے ہیں اور اس وقت منتہی کو معاصی کا تقاضا ہوتا ہے اس وقت اس کو بھی مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ نفس کی مخالفت ساری عمر کرنی ہے۔

مخالفت نفس جو مبتدی اور منتہی کرتے ہیں ان میں باہم بڑا فرق ہے۔ ایک تو وہ گھوڑا ہے جو سدھا ہوا نہیں۔ کیونکہ نیا گھوڑا بہت شرارت کرتا ہے۔ مثال اس کی وہ ہے جو دین میں نیا نیا لگا ہے۔ اس کو زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہے اور دوسرا ایسے گھوڑے پر ہے جو سدھا ہوا ہے اور سواری میں

شائستہ گھوڑا بھی کبھی کبھی بمقتضائے حیوانیت شوخی کرنے لگتا ہے۔ اس لئے ہوشیار بیٹھنے کی اس کو بھی ضرورت ہے۔ مگر سوار کی ذرا سی دھمکی اس کے دفع کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ لیکن اگر سوار بالکل غافل رہا تو ذرا سی دیر میں وہ اس کو گرا دے گا۔ پس نفس کی نگہداشت کا مجاہدہ منتہی کو بھی لازم ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ (حضرت مولانا تھانوی) نے فرمایا کہ ہم جتنے گناہوں میں مبتلا ہیں سب کی اصل یہ ہے کہ ہم نفس کو مشقت سے بچانا چاہتے ہیں۔ اور جتنے اوامر کو ہم ترک کر رہے ہیں اس کی اصل بھی یہی ہے۔" پس معلوم ہوا کہ اصلاحِ اعمال و اصلاحِ نفس کا مدار عادی مجاہدہ پر ہے چنانچہ بے نمازی اسی لئے بے نمازی ہے کہ وہ اپنے نفس کا اتباع کرتا ہے اور اس کو آرام دیتا ہے اگر وہ مجاہدۂ نفس کرتا تو بے نمازی نہ رہتا۔ اور غالب علت یہی ہے کہ نماز میں مشقت ہوتی ہے اور اس مشقت میں بعض اوقات مانعیت کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور اس مشقت کی مانعیت کا علاج مجاہدہ ہے۔ ارے اللہ کے بندے! تکلیف تو اٹھانی ہی پڑے گی۔ اور احکاماتِ شرعیہ جب آپ کی طبیعتِ ثانیہ بن جائیں (اور یہ نفس کو بار بار مجاہدہ پر لگانے سے ہوگا) تب ہی مقام ولایت ملے گا۔ تو اسی خیال سے تکلیف اٹھاؤ کہ اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) راضی ہوتے ہیں۔

حضرت والا (حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب مدظلہم) نے فرمایا! "جی کو مجبور کرنا ہی مجاہدہ ہے۔"

اور حضرت حاجی صاحب (حضرت مولانا حاجی محمد شریف صاحب مدظلہم) کا ارشاد ہے کہ "اپنے جی کو مجبور کرکے بار بار طاعت کی طرف لگاتے رہنا مجاہدہ کہلاتا ہے۔" ارے جی چاہے نہ چاہے نفس کو کام میں لگاتے رہو۔

کسی وقت گناہوں کا تقاضا ہوا تو نفس کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں تو جب نفس یہ کہے تو تم اس کو کہہ دو کہ کیا تیرے لئے؟ اور جبار و قہار بھی تو ہیں۔ کیا پتہ میرے لئے جبار و

تیار ہوگا۔ مغفرتِ رحیم تو ان لوگوں کے لئے ہے کہ جو اسلام لاتے تھے اور ان کو اپنے گزشتہ اعمالِ بد کا خیال ستاتا تھا تو ان کے لئے فرمایا کہ (میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو کہہ دو کہ وہ اللہ تعالے کو غفورٌ رحیم پائیں گے اور حضرت والا رحمۃ علیہ (حضرت مولانا تھانوی) نے فرمایا کہ نفس کی اصلاح بغیر مجاہدہ کے نہیں ہو سکتی اور مجاہدے سے مقصود نفس کو پریشان کرنا نہیں بلکہ نفس کو مجاہدہ کا عادی بنانا ہے اور راحت و تنعّم کی عادت سے نکالنا ہے اور اس کے لئے اتنا مجاہدہ کافی ہے جس سے نفس پر کسی قدر مشقت پڑے۔ حضرت والا (حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب مدظلہ) نے فرمایا کہ سالک کو چاہیئے کہ معمولات اتنے کرے کہ حدِ تھکاوٹ تک مثال کے طور پر ذکر اتنا کرے کہ تھکنے کے قریب ہو جائے (اور جوان کی حد تک تھکاوٹ زیادہ ہے اور بوڑھے کی کم۔ یعنی جوان بہت سا کام کرنے کے بعد تھکتا ہے اور بوڑھا تھوڑا سا کرنے کے بعد ہی تھک جاتا ہے) اور جب تھکاوٹ شروع ہو جائے تو پھر دوسرے وقت کے کرنے کے لئے چھوڑ دے۔ اور جب تکان اتر جائے تو پھر چل دے۔" بہت زیادہ نفس کو پریشان کرنا اچھا نہیں ورنہ وہ معطل ہو جائے گا بس مجاہدہ میں افراط و تفریط مذموم ہے بلکہ اعتدال کی رعایت لازم ہے۔ مثلاً شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ منہ سے باہر آنے لگے اور نہ اتنا کم (کھاؤ) کہ جسم میں کمزوری لاحق ہو جائے اور چاہیئے کہ اس اعتدال کو اپنی مرضی سے مقرر نہ کرے بلکہ اپنے شیخ سے تجویز کرائے۔

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "پیر عالم الغیب نہیں بلکہ عالم العیب ہے۔ (یعنی عیوب سے واقف ہو جاتا ہے حال پڑھ کر۔ دیکھ کر یا قرائن سے)

مجاہدے کی دو قسمیں ہیں:۔

(۱) مجاہدہ اختیاریہ۔ (۲) مجاہدۂ اضطراریہ۔
غیر اختیاریہ

جب گناہوں کا تقاضا ہو تو مجاہدہ اختیاریہ کی ضرورت ہے یعنی نفس جب گناہوں کا تقاضا کرے تو اس کی مخالفت مجاہدہ اختیاریہ سے کرو۔ کیونکہ اس میں نورانیت ہے۔ مجاہدہ

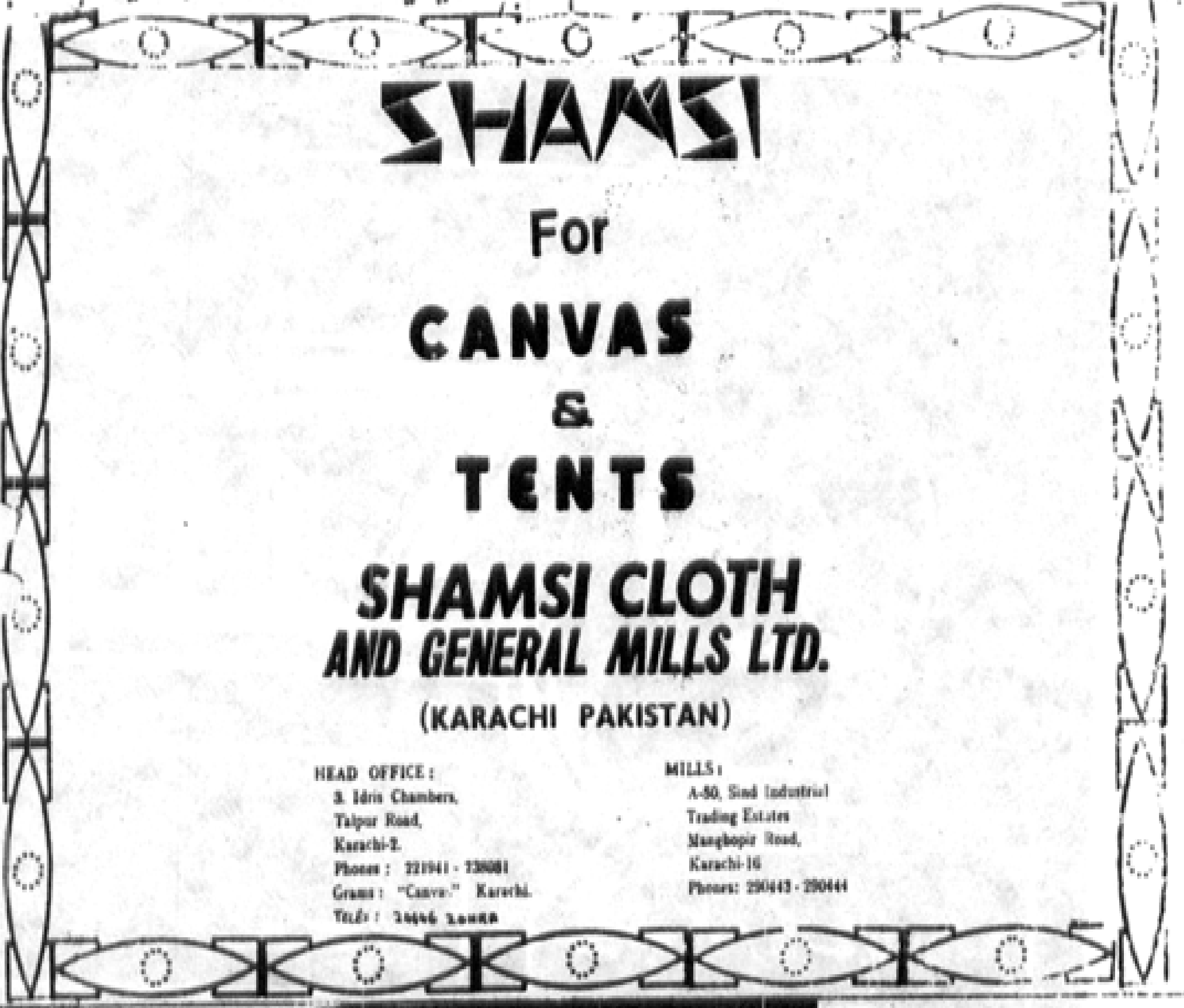

جواہر الحدیث

عطاء الرحمٰن رحمانی : خانوخیل - ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اُئتوا الصّلوٰۃ و علیکم السکینۃ فصلّوا ما ادرکتم واقضوا ما سبقکم (ابوداؤد جلد ۱)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آؤ تم نماز کیلئے اطمینان سے ۔ پڑھو جتنی پاؤ ۔ پھر پڑھ لو اسکو جو جاتی رہے ۔

تشریح! نماز باجماعت ادا کرنے کی احادیث مبارکہ میں بہت فضیلت مذکور ہے ۔ اور تارکِ جماعت کے لیے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں ۔ اس حدیث میں جماعت کے ساتھ شمولیت کے لئے آنے کا طریقہ بتایا ، کہ نماز باجماعت ادا کرنے کے فضائل معلوم کرکے کہیں آتے وقت تم اتنی تیزی اختیار کرلو کہ وقار ، اطمینان ، اور سکون کا دامن تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے ۔ اور سانس پھول جائے ۔ جیسا کہ ارشاد ہے اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تأتوھا تسعون وأتوھا تمشون یعنی جب نماز کے لیئے تکبیر ہو ، تو دوڑتے ہوئے مت آؤ بلکہ چلتے ہوئے آؤ ۔ اور اس روایت کے الفاظ وعلیکم السکینۃ یعنی سکون اطمینان کو لازم پکڑو ۔ اسلیئے کہ نماز کے ارادہ سے آنے والا شخص بمطابق ارشادات نبویہ گویا کہ نماز میں ہے ۔ تو راستہ میں فضول اور بے ہودہ گفتگو سے زبان اور کان کو بچائے ۔ نظر کو غلط استعمال سے محفوظ رکھے ۔ ہاں البتہ اس قدر تیزی اختیار کی جا سکتی ہے ۔ جو سکون ، وقار اطمینان کے خلاف نہ ہو ۔ یعنی ہمہ تن اسی طرف متوجہ ہو جائے ۔ پس جو رکعات امام کے ساتھ مل جائیں ۔ انکو باجماعت پڑھ لے ۔ اور جو رہ جائیں انکو اکیلے پڑھ لے ۔ جس شخص کو امام کے ساتھ شروع سے کل یا بعض رکعتیں نہ ملی ہوں ۔ لیکن بعد سے امام کے ساتھ شامل ہوا ۔ پھر اخیر تک شامل رہا ۔ تو ایسے شخص کو اصطلاح فقہ میں مسبوق کہتے ہیں ۔ (عمدۃ الفقہ) یہ صورت چونکہ عموماً پیش آتی رہتی ہے ۔ اور غلطی میں ابتلاء بھی عموماً ہوتا ہے ۔ اس لیئے چند مسائل بعد اشلہ ذکر کیئے جاتے ہیں ۔

(۱) مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعات میں منفرد ہوتا ہے پس وہ اسمیں ثناء ، تعوذ ، تسمیہ ، قرارت اسی طرح پڑھے جس طرح کی رکعتیں اس کی رہ گئی ہیں ۔

(۲) مسبوق کی مسبوقانہ نماز قرارت کے حق میں پہلی نماز ہے ۔ پس وہ چھوٹی ہوئی رکعتوں کو اس طرح ادا کرے گویا کہ اس نے ابھی نماز شروع کی ہے ۔ اور تشہد کے حق میں اس کی آخری نماز ہے ۔ یعنی امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعتوں کو ملاکر ہر دوگانہ پر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے ۔

(۳) مسبوق امام کے آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد درود و دعائیں نہ پڑھے ۔ بلکہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ کو بار بار پڑھتا رہے ۔ یا تشہد ٹھہر ٹھہر کر پڑھے ۔ کہ امام کے سلام پھیرنے تک ختم ہو اور جب اپنی مسبوقانہ نماز پڑھ کر آخری

قعدہ کرے۔ تو اب درود و دعا بھی پڑھے۔

(۴) امام جب اپنی نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرے تو یہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے۔ اور امام کے پہلے سلام پر کھڑا نہ ہو۔ بلکہ امام کے دوسرا سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر اپنی بقیہ نماز اکیلے پڑھے (زبدۃ الفقہ ملخصاً)

اب ہر نماز کے متعلق تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

صبح کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

ایک شخص صبح کی دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا۔ تو اب امام کے ساتھ قعدہ کرے لیکن صرف عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھے اور امام کے دوسرا سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر اپنی چھوٹی ہوئی رکعت اس طرح شروع کرے۔ گویا کہ اس نے ابھی نماز شروع کی ہے۔ یعنی ثنا، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورہ سب پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے قعدہ کرے تشہد، درود، دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔ جمعہ کی دوسری رکعت میں ملنے کا بھی یہی طریقہ ہے۔ البتہ اگر قعدہ میں آکر ملے۔ تو امام محمدؒ کے نزدیک اس نے جمعہ کی کوئی رکعت نہیں پائی۔ اس لیے وہ اٹھ کر ظہر کی چار رکعت پڑھے۔ تاکہ اختلاف ائمہ سے بچ جائے ورنہ دو جمعہ کی پڑھنا بھی جائز ہے اور یہی اصح ہے

ظہر، عصر، عشاء کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

امام چار رکعت والی نماز پڑھا رہا ہے۔ ایک شخص آکر دوسری رکعت میں شامل ہوا۔ اب وہ امام کے ساتھ تین رکعت پڑھ کر قعدہ کرے۔ لیکن صرف تشہد پڑھے درود و دعا نہ پڑھے۔ پھر امام کے دوسری طرف سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو۔ ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورہ پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے قعدہ کرے۔ تشہد، درود، دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

ظہر، عصر، عشاء کی تیسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

امام چار رکعت والی نماز پڑھا رہا ہے ایک شخص آکر تیسری رکعت میں شامل ہوا۔ اس نے امام کے پیچھے تیسری چوتھی رکعت تو ترتیب کے ساتھ ادا کر لی۔ اب اس کی پہلی اور دوسری رکعت بچ گئی۔ امام کے دوسری طرف سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو۔ پہلے پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورہ پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے دوسری رکعت کیلئے اٹھ کھڑا ہو، تسمیہ، فاتحہ، سورہ پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے قعدہ کرے تشہد، درود، دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

ظہر، عصر، عشاء کی چوتھی رکعت میں ملنے کا طریقہ

چار رکعت والی نماز میں ایک شخص آکر چوتھی رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا۔ اب اس نے اپنی چوتھی رکعت تو امام کے ساتھ ادا کر لی۔ ترتیب کے لحاظ سے اس کی پہلی، دوسری، تیسری رکعت بچ گئی۔ امام کے دوسری طرف سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو کر اپنی پہلی رکعت اس طرح ادا کرے۔ کہ ثنا، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورہ پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے قعدہ کرے اور صرف تشہد پڑھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور یہ دوسری رکعت تسمیہ، فاتحہ، سورہ پڑھ کر رکوع و....... سجدہ کر کے اٹھ کھڑا ہو قعدہ نہ کرے۔ اور اس آخری رکعت میں صرف تسمیہ، فاتحہ پڑھ کر رکوع کرے۔ سورۃ نہ ملائے پھر قعدہ کرے تشہد، درود، دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

مغرب کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

امام تین رکعت والی نماز پڑھا رہا ہے۔ ایک شخص آکر دوسری رکعت میں شامل ہوا۔ تو اس نے امام کے ساتھ دوسری تیسری رکعت پڑھ لی۔ اب وہ امام کے دوسری طرف سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر اپنی پہلی رکعت اس طرح ادا کرے کہ ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورۃ پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے قعدہ کرے۔ تشہد، درود، دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

مغرب کی تیسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

مغرب کی نماز میں ایک شخص آکر تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا۔ اس نے تیسری رکعت تو امام کے ساتھ پڑھ لی۔ ترتیب کے لحاظ سے اس کی پہلی، دوسری رکعت بچ

...اب وہ امام کے دوسری طرف سلام پھیرنے کے بعد ...ا ہو کر اپنی پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورۃ ...ڈ کر رکوع و سجدہ کرکے قعدہ کرے۔ اور صرف تشہد پڑھ ...ے کھڑا ہو جائے۔

...، سورۃ پڑھ کر رکوع و سجدہ کرکے قعدہ کرے۔ تشہد ...ود، دعا پڑھ کر سلام پھیرلے۔ اس طرح اس کو تین بار قعدہ پڑھنے گا۔ ایک امام کے ساتھ اور دو اکیلے۔ خوب سمجھ ...ہ واضح رہے۔ کہ رمضان المبارک میں وتر کی نماز جماعت ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ تو اس میں مسبوقانہ نماز پڑھنے ...ریقہ نمازِ مغرب جیسا ہے۔

عیدین کی نماز میں ملنے کا طریقہ

(۱) اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں ایسے وقت پہنچا۔ کہ امام عید کی زائد تکبیریں کہہ چکا ہے۔ اور ابھی قیام میں ہے۔ اگرچہ قرات شروع کر چکا ہو۔ تو یہ شخص نیت باندھ کر اسی وقت عید کی تین تکبیریں کہہ لے۔

(۱) اگر عید کی نماز میں کوئی شخص اس وقت پہنچا جب امام رکوع میں ہے۔ تو یہ تکبیر تحریمہ کہے۔ پھر اگر اس کو گمان غالب ہے۔ کہ تین زائد تکبیریں کہنے کے بعد رکوع میں مل سکتا ہے۔ تو کہہ لے پھر رکوع میں جائے اور اگر تکبیریں کہہ کر رکوع میں ملنے کا گمان نہیں ہے تو تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع میں چلا جائے۔ اور رکوع کی تسبیح کی بجائے یہ تین زائد تکبیریں کہہ لے۔ اور ان میں ہاتھ نہ اٹھائے اگر تین تکبیریں پوری نہ کہہ سکا۔ کہ امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا۔ تو یہ بھی باقی تکبیریں چھوڑ کر امام کی متابعت کرے۔ اور رکوع سے سر اٹھالے باقی تکبیریں اس سے ساقط ہو جائیں گی۔ اور اگر امام کو قومہ میں پایا۔ تو اس وقت تکبیریں نہ کہے۔ اور جب امام کے سلام کے بعد اپنی پہلی مسبوقانہ رکعت پڑھے۔ اس میں ان تکبیروں کو ادا کرے۔ لیکن اس مسبوقانہ رکعت میں ثناء کے بعد اور الحمد سے پہلے نہ کہے بلکہ الحمد اور سورت کی قرات سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے کہے۔

(۲) اگر عید کی نماز میں اس وقت شریک ہوا۔ جب امام تشہد پڑھ چکا ہے۔ اور ابھی سلام نہیں پھیرا تو وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد عید کی مسبوقانہ نماز پوری کرے اور تکبیرات دونوں رکعتوں میں اپنے مقام پر کہے۔ اس کی عید کی نماز میں شمولیت صحیح ہو گی۔ اور یہی صحیح ہے۔

(۳) اگر مقتدی دوسری رکعت میں شامل ہوا۔ تو پہلی رکعت کی تکبیریں اب نہ کہے۔ بلکہ جب اپنی فوت شدہ رکعت پڑھے۔ اس وقت قرات کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے کہے۔ اور اگر دوسری رکعت میں تکبیریں امام کے ساتھ نہ ملیں۔ یعنی وہ دوسری رکعت کے رکوع کے بعد شامل ہوا۔ اور دوسری رکعت امام کے ساتھ نہ ملی تو دونوں رکعتیں مسبوقانہ پڑھے اور زائد تکبیریں ہر رکعت میں اپنے اپنے موقعہ پر پڑھے (زبدۃ الفقہ)

نماز جنازہ میں ملنے کا طریقہ

(۱) اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام پہلی تکبیر کہہ چکا ہے تو انتظار کرے۔ اور جب امام دوسری تکبیر کہے یہ اس کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے اور جب امام سلام سے فارغ ہو جائے۔ تو وہ مسبوق جنازہ اٹھنے سے پہلے اپنی فوت شدہ تکبیر کہہ لے۔ اور اگر وہ اس وقت آیا جب امام وہ تین تکبیریں کہہ چکا ہے۔ تب بھی انتظار کرے اور جب امام تکبیر کہے۔ اس وقت یہ تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے اور فوت شدہ تکبیروں کو امام کے سلام کے بعد ادا کرے اگر امام کی تکبیر کا انتظار نہ کیا۔ اور فوراً شامل ہو گیا تب بھی اس کی نماز درست ہے لیکن امام کے تکبیر

باقی صفحہ ۲۲ پر

فیمس ماربل انڈسٹری

ملاگوری، پنک نوشہرہ، پمپو خاں، بلیک زیبرا
اڈنیکس گرین اور ہر سائز کے ماربل ٹائیلز اور کھچیہ
ٹیبل ٹاپ اور کچن اسٹیپ وغیرہ

فیمس ماربل انڈسٹری کنٹریکٹر اینڈ آرڈر سپلائرز
اینڈ فکسر۔ جی۔ ۵۔ ۱ پاک کالونی منگھوپیر روڈ کراچی نمبر ۱۶۔ پاکستان، فون ۲۹۰۳۹۳

قسط نمبر ۳

مولانا محمد علی مونگیروی رح
اور
تردید قادیانیت

از حضرت مولانا سید محمد الحسنی ندوی

مولانا محمد علی مونگیریؒ اپنے قول کی تائید میں ایک ماہر ہیئت مسٹر کیتھ کی کتاب (USE OF GLBBE) جو لندن میں ۱۸۹۹ء میں چھپی، اور ایک ضخیم فارسی کتاب "حدائق النجوم" جو ہیئت فیثا غورثی کے بیان میں ہے اور ۱۱۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ پیش کی۔ انھوں نے لکھا ہے:۔

"مسٹر کیتھ نے سو برس (یعنی ۱۸۰۱ء سے ۱۹۰۰ء تک) کی فہرست دی ہے۔ اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سو برس کے عرصہ میں سورج اور چاند کا مشترک گہن رمضان مبارک میں پانچ مرتبہ ہوا ہے۔

حدائق النجوم کی فہرست میں تریسٹھ سال کے اندر رمضان مبارک میں تین گہنوں کا اجتماع لکھا ہے۔"

اس کے بعد انہوں نے کتاب سے ۴۶ برس کی فہرست نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ:۔

"یہ کتابیں عرصۂ دراز ہوا طبع ہوئیں لیکن اب تک کسی نے ان پر غلطی کا الزام نہیں لگایا۔"

پھر انہوں نے یہ دکھایا ہے کہ:۔

"۱۲۶۷ھ میں گہنوں کا پہلا اجتماع ہوا اور ان گہنوں کی تاریخ وہی ۱۳ اور ۲۸ رمضان ہے۔ جن تاریخوں کو مرزا صاحب مہدی کا نشان کہتے ہیں اس گہن کے دیکھنے والے اب بھی موجود ہیں اس وقت مرزا صاحب کی عمر گیارہ برس کی ہوگی۔

۱۳۱۱ھ کے رمضان میں اس گہن کا ظہور امریکہ میں ہوا۔ اُس وقت مسٹر ڈوی مدعی مسیحیت وہاں موجود تھا۔"

مولانا لکھتے ہیں کہ:۔

"مرزا صاحب نے اس گہن کو بھی اپنی تائید میں پیش کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مہدی کے وقت میں دو گہن ہوں گے، حالانکہ کسی حدیث میں یہ مضمون نہیں ہے اس طرح جھوٹ کے علاوہ اس گہن کا وجود ہندوستان میں نہیں ہوا۔ جہاں مرزا صاحب کا وجود ہے بلکہ اس ملک میں ہوا، جہاں اُن کی طرح ایک اور مدعی رسالت موجود ہے۔" دوسری شہادت آسمانی ص ۲۶، ۲۷

۱۳۱۲ھ میں تیسرا گہن ہوا اور یہی وہ گہن ہے جسے مرزا صاحب نے اپنی مہدویت کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ مولانا آگے لکھتے ہیں:۔

"یہ گہن اس حدیث کا مصداق کس طرح ہو سکتا ہے جس کی نسبت حدیث (دارقطنی) میں نہایت صاف طور سے ارشاد ہے۔ لم تکونا منذ خلق اللہ السمٰوٰت والارض، اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ جب سے آسمان و زمین اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے اس وقت سے (لے کر اس مہدی کے وقت تک) ایسا چاند گہن اور سورج گہن کبھی نہ ہوا ہوگا، یعنی وہ دونوں گہن ایسے بے مثل

اور بے نظیر ہوں گے کہ اس سے پہلے کسی وقت
ان کی نظیر نہیں مل سکتی۔

(دوسری شہادتِ آسمانی ص۲۸)

اس کے بعد انہوں نے بہت تفصیل سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام مہدی کی جو خصوصیات و صفات احادیث میں بیان کی گئی ہیں ان میں سے کوئی بھی مرزا صاحب پر منطبق نہیں ہوتی۔

مولانا کی اس تصنیف "شہادت آسمانی" کا طرز استدلال اور اسلوب بیان فیصلۂ آسمانی سے بہت ملتا جلتا ہے دلائل کی مضبوطی، مستند تاریخی حوالوں اور واقعات سے استدلال اور حدیث و قرآن سے اس طرح استنباط کہ کسی شک و شبہ احتمال آفرینی اور بے یقینی کی گنجائش باقی نہ رہے، اور دوبارہ استفسار و سوال کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور مخالفین اس سے کوئی غلط فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ جو مولانا کے اسلوب کی خصوصیت ہے۔ لیکن ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں یہ اسلوب اور طرزِ تصنیف بہت نمایاں ہو کر اور نکھر کر سامنے آیا ہے۔

مولانا کی دوسری تصنیفات پر ایک نظر

اس کے علاوہ مولانا کی جو تصنیفات ردِ قادیانیت میں ہیں ان میں چشمۂ ہدایت، چیلنج محمدیہ، معیارِ صداقت، معیار المسیح، حقیقت المسیح، تنزیہ ربانی، آئینہ کمالاتِ مرزا، نامۂ حقانی زیادہ مشہور اور ممتاز ہیں۔ کل کتابوں کی تعداد ۵۰ کے قریب ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے ایسے رسائل بھی ہیں جو پہلے چھپے تھے اس کے بعد ختم ہو گئے اور پھر چھپنے کی نوبت نہ آسکی اور اب ان کا سراغ لگانا بھی آسان نہیں۔

رسالہ "چیلنج محمدیہ" عربی، فارسی اور اردو تین زبانوں میں ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا اور اس کی خوب اشاعت ہوئی، ایڈیٹر الفضل اور خلیفہ قادیان کو کئی مرتبہ بھیجا گیا لیکن مسلسل سکوت کے سوا اور کوئی جواب نہ ملا۔ اس میں مرزا صاحب کو خود ان کی زبان سے جھوٹا ثابت کیا گیا ہے۔

"چشمۂ ہدایت" کے آخر میں اعلان کیا گیا کہ جو اس کا جواب دیگا اس کو دس ہزار روپیہ پیش کیا جائے گا اس رسالہ میں مرزا صاحب کے ۱۰۰ اقوال نقل کئے گئے ہیں اور ان کو مفتری اور کاذب ثابت کیا ہے بار بار چیلنج کے بعد بھی کسی نے اس کا جواب دینے کی کوشش نہیں کی۔

ایک عام فہم اور واضح دلیل جس کا مولانا نے تقریباً اپنی ہر کتاب اور ہر رسالہ میں ذکر کیا ہے۔ اور قادیانیوں کو سوچنے کی دعوت دی ہے وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مہدی علیہ السلام کے نزول کی علامت یہ ہے کہ تمام کافر اسلام لے آئیں گے، اور دنیا سے فسق و فجور اٹھ جائے گا وہ انسان کے انصاف پسند اور سنجیدہ ذہن سے اپیل کرتے ہوئے بار بار کہتے ہیں کہ غور کرو مرزا صاحب کے آنے سے کیا یہ بات حاصل ہوئی جو انہوں نے بیان کی ہے؟

معیارِ صداقت میں لکھتے ہیں:۔

"ایک فتویٰ مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ اور صاحبزادہ کا یہ ہے کہ جو کوئی مرزا صاحب پر ایمان نہیں لایا وہ کافر ہے، اس کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں جو تقریباً ۴۳ کروڑ مسلمان تھے وہ مرزا صاحب کے وجود سے سب کافر ہو گئے.. بجز قلیل گروہ کے، اور کوئی کافر مسلمان نہیں ہوا!"

(معیارِ صداقت ص۱۶)

قادیانیوں نے آخر میں قرآن مجید کی آیات سے استدلال کرنے کی کوشش کی اور توڑ مروڑ کر اس کے معنی بیان کرنے شروع کئے۔ مولانا نے اس کے رد میں "معیار المسیح" کے نام سے ایک رسالہ لکھا، اور ایک ایک دلیل کو لے کر اس کی غلطی ظاہر کی۔

مولانا کے ان رسائل کے جواب میں سب قادیانیوں نے مل کر ایک رسالہ "اسرارِ نہانی" لکھا۔ اور اپنی ناکامی چھپانے کیلئے مولانا کو خاص طور پر ہدف بنایا اور کوشش کی کہ عام مسلمان مولانا سے بدظن ہو جائیں۔ اس کے بعد ان کو مرزا کی طرف متوجہ کرنا آسان ہوگا۔ اس کے لئے انہوں نے دو تنخواہ دار مبلغین رکھے، اور ان کے ذمہ یہ کام کیا کہ وہ گاؤں گاؤں پھر کر

پیدا ہے سادے مسلمانوں کے دلوں میں مولانا سے نفرت پیدا کریں اور ان کی زندگی کو اُن کے سامنے گھناؤنا بنا کر پیش کریں، تاکہ ان کی وقعت اور محبت لوگوں کے دلوں سے نکل جائے جو قادیانیت کے راستہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہی ہے۔

مولاناؒ نے مولانا عبدالرحیم مونگیری کے نام ایک طویل مکتوب میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے۔ نیز صحیفۂ رحمانیہ میں بھی اس کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:۔

"چونکہ اس جماعت کو خدا سے واسطہ نہیں ہے
اس لئے جواب سے عاجز ہو کر فحش کلامی، اور
بیہودہ گوئی کر کے حضرت مخدوم بہاری اور حضرت
مجدد الف ثانی علیہما الرحمۃ وغیرہ بزرگوں کو
در پردہ اور حضرت مؤلف فیصلۂ آسمانی کو
علانیہ گالیاں دینا اور عوام کو بہکانا شروع کیا ہے۔"

(صحیفۂ رحمانیہ ص۱۰ و ص۱۱)

"مرزائی نبوت کا خاتمہ" نامی ایک رسالہ مولانا نے اور لکھا اور ختم نبوت کو ثابت کیا۔ یہ رسالہ ۱۹۱۱ء میں دہلی میں شائع ہوا، ۱۹۲۵ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا لیکن کوئی قادیانی اس کا جواب نہ دے سکا۔

قادیانیوں کی طرف سے ایک دلیل یہ دی جانے لگی تھی کہ:۔

"مدعی کاذب اور مفتری نہ باقی رہ سکتا ہے
نہ پھول پھل سکتا ہے لیکن مرزا صاحب کو برابر
کامیابی ہو رہی ہے۔ اور لوگ ان کے دائرے
میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور یہ اس بات کا
ثبوت ہے کہ مرزا صاحب حق پر ہیں۔"

اس کے رد میں مولانا نے ایک رسالہ "عبرت خیز" لکھا اور اس غلط خیال کی تردید کی اور قرآن مجید اور تاریخ کے واقعات کے حوالے سے اس دعوے کی کمزوری واضح کی۔

مکتوب بنام فرمانروائے دکن

خواجہ کمال الدین نے حیدر آباد میں زور و شور سے قادیانیت کی تبلیغ شروع کی تھی اور اس کے لئے ایسا اسلوب اختیار کیا تھا کہ لوگوں کے جذبات بھی زیادہ مجروح نہ ہوں اور وہ تدریجی طور پر قادیانیت کو قبول کرنے کے لئے بھی تیار ہو سکیں۔

انہوں نے صحیفۂ آصفیہ کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا اور اس میں بڑی چابکدستی کے ساتھ مولانا ہی کے الفاظ میں "زہر کی تخم پاشی" کی۔ بدقسمتی سے ان کو دربار میں بھی تقرب حاصل ہوگیا۔ اور دوسری طرف انہوں نے یہ اعلان شروع کیا کہ ہمارا مقصد صرف اشاعتِ اسلام ہے۔ اس کا جو اثر مسلمانوں پر پڑا وہ ظاہر ہے۔ بالخصوص انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان اس اعلان سے بہت متاثر ہوئے جو ایک انگریزی تعلیمیافتہ کی طرف سے برابر کیا جا رہا تھا۔

مولانا اس صورت حال سے بہت بے چین اور مشوش تھے اس کے لئے انہوں نے نظام حیدر آباد کے استاد فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ خان صاحب کو ایک مفصل مکتوب میں اس کی طرف توجہ دلائی اور اپنے درد دل کا اظہار کیا، خط اس شعر سے شروع کیا ہے:۔ ؎

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است
دگر خاموش بہ نشینی گناہ است

خط میں مولانا لکھتے ہیں:۔

"کچھ عرصہ سے سن رہا ہوں کہ خواجہ کمال الدین
صاحب وکیل لاہور مرید خاص مرزا غلام احمد
صاحب قادیانی وہاں پہنچے ہوئے ہیں اور تمام
مسلمانوں میں بہت غل مچا دیا ہے اور سُنا
جاتا ہے کہ ہمارے شہریار دکن کی نظروں میں
بھی مقبول ہوگئے ہیں یہاں تک کہ ہر ایک
کو اُن سے بات کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی
مجھے سخت حیرت ہے باوجودیکہ وہاں کے فرمانروا
آپ کو بہت مانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہونگے
کہ کتاب "افادۃ الافہام" آپ ہی نے لکھی ہے
اور بہت عمدہ کتاب لکھی ہے۔ پھر اس کے

باقی صفحہ ۲۳ پر

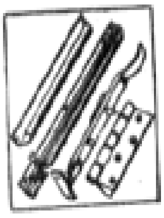

alcop المونیم کمپنی آف پاکستان (انڈسٹریز) لمیٹڈ
سیلز آفس : میریٹ روڈ ۔ کراچی ۲ ۔ فون : ۲۲۱۷۲۸ ۔ ۲۲۳۷۸۸۵
ریجنل آفس : ۵ ۔ رحیم پلازہ ۱۳۰ ۔ مری روڈ ۔ راولپنڈی ۔ فون : ۶۳۹۲۱
Telex : 25713 ALCOP PK
design
AC-7-82

بقیہ:۔ خصائل نبوی برشمائل ترمذی ۔

دوسروں کو پر تقسیم فرما دیتے جس کا کچھ نمونہ حکایات صحابہ میں لکھ چکا ہوں ۔ امام نووی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس جیسی حدیثیں اس طرف مشیر ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی لذات اور تنعمات سے اعراض تھا ۔ موٹا کپڑا تواضع اور انکسار کی طرف لے جاتا ہے اور باریک عمدہ لباس بسا اوقات عجب وتکبر اور خود بینی پیدا کرتا ہے ۔ مجھ سے میرے محترم بزرگ مولانا مولوی حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی ثم الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا عجیب غریب قصہ نقل فرمایا کہ حضرت اقدس جب حج کو تشریف لے گئے تو مطاف کے کنارہ پر ایک بزرگ نابینا تشریف فرما تھے جب حضرت طواف میں اس طرف گزرتے تو وہ (البس لباس الصالحین) ہلکی سی آواز سے کہتے ہیں اور جب حضرت طواف سے فراغت پر اس طرف تشریف لے گئے تو انہوں نے خشن خشن (موٹا موٹا) فرمایا جس سے تنبیہ مقصود تھی کہ صلحا کا لباس موٹا کپڑا ہے ۔ یہ اکثری لباس تھا اور بعض اوقات عمدہ کپڑا پہننا بھی ثابت ہے جو بعض دینی مصالح کی وجہ سے نیز ترک تکلف کی وجہ سے تھا کہ جیسا مہیا ہو گیا پہن لیا یہ نہیں کہ عمدہ کپڑے سے خصوصاً احتراز فرماتے ۔

بقیہ:۔ افادات عارفی

میں اخلاق سوز چیزیں سکھائی جاتی ہیں ۔ معاملات میں ہمارے بھائی والے نہیں چھوڑتے ۔ بدعات اور غلط رسومات میں حصہ لینا پڑتا ہے تو تمام جگہ ہم مظلوم ہیں یا مجبور ہیں یا مغلوب ہیں یا مجروح ہیں اور کہیں مرعوب ہیں ۔ تقاضہ تہذیب حاضرہ اور ماڈرن معاشرہ اور غلط معاملات ہیں غلط کاری پر مجبور کرتے ہیں ۔ ٹیلی ویژن گھر گھر لگ گیا ہے تصاویر عام ہے فحش رسائل اور ناول کی کوئی روک تھام نہیں ہے تو اس کی روک تھام ہمارے بس میں نہیں اگرچہ ہم حقیقتاً مجبور نہیں ہیں ۔ بس ہمارے ایمان اور کریکٹر کی کمزوری ہے ذرا سا ایمان اور کریکٹر پختہ کر لیں تو ہر چیز کی روک تھام کر سکتے ہیں ۔

بقیہ:۔ رفع ونزول عیسٰی علیہ السلام

فی ذلک دخوله بشریعتنا لا بغیرها کما نص علی ذلک العلماء کالخطابی فی معالم السنن و النووی فی شرح مسلم و وردت فیه احادیث ثابتة من غیر نزاع ۔ والمنعقد علیه الاجماع

بعد جزیہ قبول نہ کرنا خود ہماری شریعت ہی کا حکم ہے ۔ ان کا عمل اس مسئلہ میں اور دیگر مسائل میں ہماری شریعت ہی پر ہوگا نہ کہ کسی دوسری شریعت پر۔ علماء نے اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ خطابی نے معالم السنن میں اور نووی نے شرح مسلم میں اور اس میں احادیث بغیر نزاع کے ثابت ہیں اور اس میں اجماع منعقد ہے۔

بقیہ:۔ جواہر الحدیث

کہنے سے پہلے جو کچھ کیا اس کا اعتبار نہیں۔

(٢) اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا۔ جب امام چاروں تکبیریں کہہ چکا ہے اور ابھی سلام نہیں پھیرا۔ تو حکم یہ ہے کہ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے۔ اور امام کے سلام کے بعد جنازہ اٹھنے سے پہلے تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر سلام پھیر دے۔ کیونکہ وہ چوتھی تکبیر میں شامل سمجھا جائے گا۔

(٣) مسبوق کو اگر اپنی بقیہ تکبیریں کہنے میں یہ خوف ہے کہ درود و دعا پڑھنے میں اتنا وقت لگے گا کہ لوگ جنازہ کو کندھے پہ اٹھائیں گے۔ تو صرف تکبیریں کہہ لے اور دعا وغیرہ چھوڑ دے۔ اور جب تک جنازہ کندھوں پہ نہ رکھا جائے تکبیریں نہ چھوڑے پوری کرے اور اگر جنازہ کندھے پہ رکھنے تک اس کی تکبیریں پوری نہ ہوئیں تو باقی کو چھوڑ دے۔

(٤) اگر مسبوق کو یہ معلوم ہو سکے کہ یہ کونسی تکبیر ہے تو وہ بھی وہی مسنون ذکر پڑھے ۔ اور اگر کسی طرح یہ معلوم نہ ہو سکے کہ امام کی کونسی تکبیر ہے؟ تو بالترتیب اذکار ادا کرے۔ یعنی پہلے ثنا پھر درود، پھر دعا پڑھے ۔ (زبدۃ الفقہ)

WEEKLY Khatme-Nubbuwat KARACHI
Registered S. No. 3220

اے میرے مغموم دل! بہلاؤں تجھ کو کس طرح
جو حقیقت ہے بس وہ، بتلاؤں تجھ کو کس طرح

غم کے اندھیروں میں تو کہتا ہے "خوش رہتا ہوں میں"
میں خوشی کی شمع پھر دکھلاؤں تجھ کو کس طرح

رات کٹ جاتی ہے تیری روتے روتے خاک پر
میں سریرِ عیش پر بٹھلاؤں تجھ کو کس طرح

میں نہ سمجھا آج تک تیرا تعلق اور مزاج
اور تو خاموش ہے سمجھاؤں، تجھ کو کس طرح

تو اگر مجبور ہے، میں بے بس و مجبور ہوں
اے اسیرِ دامِ گل چھڑواؤں تجھ کو کس طرح

مجھ کو جو کچھ بھی ملا، تیری بدولت مل گیا
دردِ دل! تو ہی بتا ٹھکراؤں تجھ کو کس طرح

نازو انداز سے ساقی نے بالآخر کہا
چشتیا تو ہی بتا پلواؤں تجھ کو کس طرح

علی اصغر چشتی